Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 03, July - September 2025, **PP**: 44-54
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

معاشرتی امن واستحکام میں حائل موانع اور ان کا تدارک

Obstacles to Social Peace and Stability and their Remedies

1. Muhammad Zubair soonvalley192@gmail.com	*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Muhammad Munir Azher munirazher@iub.edu.pk	*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Muhammad Zubair and Dr. Muhammad Munir Azher. 2025: "Obstacles to Social Peace and Stability and their Remedies". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (03): 44-54.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
30-07-2025	28-08-2025	10-09-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

معاشرتی امن واستحکام میں حائل موانع اور ان کا تدارک

Obstacles to Social Peace and Stability and their Remedies

1. **Muhammad Zubair**
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
soonvalley192@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Munir Azher**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
munirazher@iub.edu.pk

Abstract

The present study undertakes a critical examination of the multifarious impediments to social peace and stability, with particular emphasis on socio-cultural, economic, political, legal, and technological dimensions. It contends that factors such as sectarian and religious conflicts, economic inequalities, political polarization, weak legal enforcement, cultural intolerance, and the unregulated use of modern technology collectively generate conditions of social disharmony and instability. By employing an analytical framework, the research underscores the necessity of a holistic and integrated approach to conflict resolution and peacebuilding. The findings suggest that the synergy between state institutions and community-based organizations plays a pivotal role in mitigating these challenges. Moreover, the activation of peace committees, local councils, and community mediation forums, coupled with initiatives for public education, awareness, and value-based training, are identified as crucial instruments for fostering tolerance, inclusivity, and social cohesion. Ensuring equitable distribution of resources and expanding economic opportunities are further highlighted as indispensable measures for addressing marginalization and systemic disparities. Finally, the study emphasizes the regulation of digital platforms and the promotion of digital literacy as essential mechanisms for countering misinformation and extremist narratives. The research concludes that the integration of these strategies can serve as a viable pathway toward constructing a resilient, peaceful, and sustainable society.

Keywords: *Social Peace, Stability, Conflict Resolution, Sectarianism, Legal Enforcement, Sustainable Society.*

تمہید

معاشرتی امن واستحکام ایک ایسا مقصد ہے جس کے حصول میں ریاستی وسماجی ادارے اور عوامی شعور یکجا کردار ادا کرتے ہیں تاہم مختلف سماجی، اقتصادی، سیاسی اور قانونی عوامل معاشرتی امن کے قیام میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ فرقہ وارانہ اور مذہبی تنازعات معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے سب سے بڑے چیلنجز میں سے ہیں۔ جب مختلف فرقوں اور مذاہب کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر جاتے ہیں تو معاشرتی تعاون، بھائی چارہ اور اجتماعی فلاح متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ریاستی استحکام کمزور اور سماجی رشتے منقطع ہو سکتے ہیں۔ اس مقالہ میں انہیں موانع اور ان کے تدارک کی عملی شکلوں پر بحث کی جائے گی۔

فرقہ وارانہ مذہبی تنازعات

مختلف فرقوں اور مذاہب کے درمیان اختلافات سماجی ہم آہنگی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ فرقہ واریت اور مذہبی اختلافات معاشرتی امن و استحکام کی بڑی رکاوٹوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مختلف فرقوں اور مذاہب کے درمیان تعصب، عدم برداشت اور شدت

پسندی معاشرے میں باہمی احترام اور بھائی چارے کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے بلکہ ریاستی امن بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[1]

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

اللہ تعالیٰ نے اُمت کو اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دی ہے۔ فرقہ واریت اسی حکم کی خلاف ورزی ہے جو معاشرتی انتشار کو جنم دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضًا[2]

مومن، مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ باہمی تعاون اور اتحاد ہی معاشرے کی مضبوطی کی بنیاد ہے، نہ کہ تفرقہ اور باہمی دشمنی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن أعظم ما أمر الله به الاعتصام بحبله، وأعظم ما نهى عنه التفرق والاختلاف[3]

اللہ کا سب سے بڑا حکم اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا، اور سب سے بڑی ممانعت تفرقہ واختلاف کی گئی ہے۔

فرقہ واریت دراصل اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، جس کے نتیجے میں امت کمزور ہو جاتی ہے۔ معروف محقق John Esposito اپنی کتاب Religion and Globalization میں لکھتے ہیں:

> Interfaith dialogue and cooperation are essential tools to reduce sectarian conflicts and promote peace within pluralistic societies.[4]

بین المذاہب مکالمہ اور تعاون فرقہ وارانہ تنازعات کو کم کرنے اور کثیر المذہبی معاشروں میں امن کو فروغ دینے کے بنیادی ذرائع ہیں۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ صرف ریاستی قوانین یا سخت اقدامات کافی نہیں ہوتے، بلکہ مکالمہ، تعاون اور آگاہی ہی پائیدار امن کی بنیاد رکھتے ہیں۔ مشہور مسلم مفکر ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب الحوار بین الأدیان میں فرماتے ہیں:

إنَّ التعايش بين الأديان والمذاهب لا يكون بالقهر ولا بالغلبة، وإنما يكون بالحوار والتفاهم والاعتراف المتبادل۔[5]

ادیان اور مذاہب کے درمیان پرامن بقائے باہمی نہ تو جبر سے قائم ہوتا ہے اور نہ ہی غلبے سے، بلکہ یہ مکالمہ، تفاہم اور باہمی احترام کے ذریعے وجود میں آتا ہے۔

یوسف القرضاوی کے مطابق معاشرتی امن کے قیام کے لیے مذہبی رہنماؤں اور اداروں کو مکالمے اور برداشت کو ترجیح دینا ہوگی تاکہ معاشرے میں فرقہ وارانہ کشیدگی کم ہو سکے۔ فرقہ وارانہ تنازعات کے تدارک کے لیے ریاستی اقدامات کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر مکالمہ، رواداری اور آگاہی کو فروغ دینا ناگزیر ہے۔ یہ حکمتِ عملی معاشرتی امن واستحکام کی مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات اہم کردار ادا کر سکتے ہیں:

- بین المذاہب اور فرقہ وارانہ کمیٹیاں: مختلف مذاہب اور فرقوں کے رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے مسائل کا پرامن حل نکالنا۔
- عوامی آگاہی مہمات: میڈیا، تعلیمی اداروں اور مساجد کے ذریعے عوام میں برداشت اور رواداری کا شعور پیدا کرنا۔

- مذہبی رہنماؤں کا کردار: علما اور مذہبی شخصیات کو اتحاد، محبت اور باہمی احترام کی تعلیمات عام کرنی چاہئیں۔
- نصاب میں اصلاحات: نصاب میں مذہبی ہم آہنگی اور احترامِ انسانیت پر مبنی مضامین کو شامل کرنا۔

نسلی اور لسانی امتیاز

نسلی اور لسانی بنیادوں پر امتیاز کسی بھی معاشرے میں گہری تقسیم اور بداعتمادی کو جنم دیتا ہے۔ یہ رویہ معاشرتی یکجہتی کو کمزور کر کے نفرت، تشدد اور احساسِ محرومی کو بڑھاتا ہے۔ ایسے حالات میں مختلف طبقات اور قومیتوں کے افراد اپنے آپ کو الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں، جو معاشرتی امن و استحکام کے لیے سنگین خطرہ ہے۔ ان مسائل کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ مقامی سطح پر کمیونٹی پروگرامز منعقد کیے جائیں، تعلیمی اداروں میں برداشت اور تنوع (diversity) کے احترام پر مبنی تربیت فراہم کی جائے، اور تمام شہریوں کے لیے مساوی مواقع کو یقینی بنایا جائے۔ اس طرح معاشرتی اتحاد، یکجہتی اور پرامن بقائے باہمی کی فضا پروان چڑھ سکتی ہے۔ معروف ماہرِ عمرانیات Pierre L. Van Den Berghe اپنی کتاب Race and Racism: A Comparative Perspective میں لکھتے ہیں:

> Ethnic and racial discrimination fractures the social fabric of a nation. The remedy lies in fostering equality of opportunity, cultural recognition, and mutual respect through education and civic engagement.[6]

> نسلی اور لسانی امتیاز کسی قوم کے سماجی ڈھانچے کو توڑ دیتا ہے۔ اس کا علاج مساوی مواقع، ثقافتی شناخت کے احترام اور باہمی عزت کو تعلیم اور شہری شمولیت کے ذریعے فروغ دینا ہے۔

وان ڈن برگ کے مطابق، معاشرے کو نسلی اور لسانی تقسیم سے بچانے کے لیے تعلیم اور مساوات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی نقطہ امن کمیٹیوں کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ وہ کمیونٹی پروگرامز کے ذریعے تنوع کو طاقت میں بدلیں مشہور مفسر امام ابن کثیر قرآن کی آیت یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم[7] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> أي جعلناكم قبائل وشعوبًا ليتعارف بعضكم بعضًا في الأنساب، لا ليتفاخر بعضكم على بعض، وأكرمكم عند الله أتقاكم.[8]

> اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبائل اور قوموں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، نہ کہ ایک دوسرے پر فخر کرو۔ بیشک اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہ تفسیر واضح کرتی ہے کہ نسلی یا لسانی بنیاد پر برتری اسلام میں ممنوع ہے۔ اصل معیار تقویٰ ہے، اس لیے معاشرے کو اتحاد، مساوات اور باہمی احترام پر قائم ہونا چاہیے۔ نسلی اور لسانی امتیاز معاشرتی امن اور یکجہتی کے لیے زہر قاتل ہے۔ اس کے تدارک کے لیے تعلیمی اداروں میں برداشت اور مساوات کی تعلیم، مقامی کمیونٹی پروگرامز اور مساوی مواقع فراہم کرنا ضروری ہے۔ قرآن و سنت اور سوشیالوجی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ معاشرتی استحکام صرف تب ممکن ہے جب امتیاز کے بجائے مساوات اور رواداری کو فروغ دیا جائے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

- مقامی کمیونٹی پروگرامز کے ذریعے نسلی و لسانی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔
- تعلیمی اداروں میں شعور کی تربیت دی جائے تاکہ طلبہ کو برابری اور برداشت کی تعلیم ملے۔
- مساوی مواقع سب کو فراہم کیے جائیں تاکہ کوئی بھی گروہ محرومی یا تعصب کا شکار نہ ہو۔

- ثقافتی اشتراک (Cultural Exchange) کو فروغ دیا جائے تاکہ زبان اور نسل کی بنیاد پر فاصلے کم ہوں۔

اسی طرح خاندانی جھگڑے اور ذاتی دشمنیاں اکثر چھوٹے تنازعات سے شروع ہو کر بڑے مسائل اور خونریزی تک جا پہنچتی ہیں۔ یہ تنازعات نہ صرف خاندانوں کو تقسیم کرتے ہیں بلکہ مقامی سطح پر امن اور ہم آہنگی کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ دیہات، قصبوں اور شہری محلّوں میں ان ذاتی رنجشوں کا تسلسل معاشرتی ترقی کی رفتار کو سست کر دیتا ہے۔ ان مسائل کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ امن کمیٹیاں اور مقامی جرگے یا شورا ثالثی (Mediation) کے عمل کو فعال کریں۔ اگر مقامی سطح پر معتبر افراد باہمی گفت وشنید کے ذریعے فریقین کو قریب لائیں تو جھگڑے سلجھ سکتے ہیں اور معاشرتی امن بحال ہو سکتا ہے۔ امن اور تنازعہ حل کے ماہر Christopher W. Moore اپنی کتاب The Mediation Process میں لکھتے ہیں:

> Mediation offers disputing parties a structured process to communicate, clarify misunderstandings, and negotiate agreements. In community conflicts, mediation reduces hostility and restores cooperative relationships.[9]

> ثالثی متنازعہ فریقین کو ایک منظم طریقہ فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے وہ بات چیت کر سکیں، غلط فہمیوں کو ختم اور معاہدے پر پہنچ سکیں۔ سماجی تنازعات میں ثالثی دشمنی کو کم کرتی اور تعاون پر مبنی تعلقات کو بحال کرتی ہے۔

موور کے مطابق ثالثی محض جھگڑے ختم کرنے کا طریقہ نہیں بلکہ تعاون، سمجھوتے اور تعلقات کی بحالی کا ذریعہ بھی ہے۔

امن کمیٹیاں اگر اس طریقے کو اپنائیں تو خاندانی وذاتی دشمنیوں کے اثرات کو کم کیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

> وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا۔[10]

> اور اگر دو مومن جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرواؤ۔

> امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> أمر الله المؤمنين إذا تنازع فريقان منهم أن يسعوا في الإصلاح بينهم بالعدل، فإن الإصلاح أساس وحدة الأمة۔[11]

> اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اگر ان میں دو گروہ جھگڑیں تو عدل کے ساتھ ان میں صلح کرائیں، کیونکہ صلح ہی امت کی وحدت کی بنیاد ہے۔

تفسیر سے واضح ہے کہ اسلامی معاشرے میں صلح کروانا نہ صرف نیکی بلکہ امت کی یکجہتی کا بنیادی اصول ہے۔ امن کمیٹیاں جب عدل پر مبنی ثالثی کو اپنائیں تو ذاتی وخاندانی دشمنیوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ خاندانی جھگڑے اور ذاتی دشمنیاں معاشرتی امن کے لیے خطرناک رکاوٹ ہیں۔ ان کا مؤثر تدارک تب ہی ممکن ہے جب امن کمیٹیاں اور مقامی جرگے ثالثی کے اصولوں کو فعال کریں۔ اسلامی تعلیمات اور جدید امن تھیوریز دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ صلح اور مکالمہ ہی پائیدار امن اور بھائی چارے کی بنیاد ہے۔

سماجی موانع

معاشرتی استحکام کی راہ میں حائل بہت سے موانع کا تعلق سماج ومعاشرہ سے بھی ہے۔ اگر ان موانع کا سدباب کر لیا جائے تو معاشرتی استحکام ورسوخ کا مقصد بہ آسانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں چند اہم سماجی موانع اور ان کے تدارک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خاندانی اور ذاتی دشمنیاں

خاندانی جھگڑے اور ذاتی رنجشیں اکثر گاؤں، قصبوں اور شہروں میں پر امن بقائے باہمی کے لیے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ یہ

دشمنیاں بعض اوقات معمولی اختلافات (جائیداد، شادی بیاہ، کاروبار یا ذاتی انا) سے شروع ہو کر نسل در نسل چلتی ہیں اور مقامی معاشرتی امن کو شدید متاثر کرتی ہیں۔ ایسی دشمنیاں نہ صرف تشدد اور قتل وغارت کا باعث بنتی ہیں بلکہ قانونی اداروں پر بوجھ ڈالتی ہیں اور عوام میں بے اعتمادی فروغ دیتی ہیں۔ اس کا تدارک محض عدالتی فیصلوں سے ممکن نہیں، بلکہ مقامی سطح پر ثالثی (Mediation) اور مصالحت کے ذریعے پائیدار امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ امن کمیٹیوں کو فعال کر کے ان کے ذریعے ثالثی کا نظام قائم کیا جائے۔ مقامی جرگہ یا شوریٰ کو قانونی و اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے متنازعہ مسائل حل کرنے کا اختیار دیا جائے۔ خاندانی جھگڑوں کے حل کے لیے کمیونٹی ڈائیلاگ (Community Dialogue) کی فضا پیدا کی جائے۔ مذہبی و سماجی رہنماؤں کو اس عمل میں شامل کیا جائے تاکہ ان کے اثر و رسوخ سے دشمنیاں ختم ہوں۔ John Paul Lederach، جو امن اور تنازعہ حل کرنے کے بڑے ماہر ہیں، اپنی کتاب Building Peace: Sustainable Reconciliation in Divided Societies میں لکھتے ہیں:

> Mediation at the community level provides an opportunity for conflicting parties to rebuild relationships, reduce violence, and establish trust that courts alone cannot achieve.[12]

> کمیونٹی کی سطح پر ثالثی (Mediation) متنازعہ فریقین کو تعلقات دوبارہ قائم کرنے، تشدد کم کرنے، اور ایسا اعتماد پیدا کرنے کا موقع دیتی ہے جو عدالتیں اکیلی فراہم نہیں کر سکتیں۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ مقامی ثالثی اور امن کمیٹیاں خاندانی و ذاتی دشمنیوں کے حل میں عدالتوں سے زیادہ مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں کیونکہ یہ فریقین کو ایک دوسرے کے قریب لا کر تعلقات بہتر بناتی ہیں۔

معاشرتی عدمِ مساوات

معاشرتی عدم مساوات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وسائل، تعلیم، صحت، اور روزگار کے مواقع معاشرے میں سب کے لیے یکساں طور پر دستیاب نہ ہوں۔ ایسی صورتحال میں غریب طبقہ خود کو محروم اور مظلوم محسوس کرتا ہے جبکہ امیر طبقہ وسائل پر اجارہ داری قائم کر لیتا ہے۔ اس عدم توازن سے حسد، احساسِ محرومی، تشدد اور بدامنی جنم لیتے ہیں۔ یہ ناہمواری صرف معاشی نہیں بلکہ سماجی اور سیاسی سطح پر بھی اثرانداز ہوتی ہے، مثلاً:

- غریب اور پسماندہ طبقات کو فیصلوں میں نظرانداز کرنا۔
- تعلیم اور روزگار میں سفارش یا طبقاتی تفریق۔
- وسائل پر چند افراد یا خاندانوں کی اجارہ داری۔

Amartya Sen اپنی مشہور کتاب Development as Freedom میں لکھتے ہیں:

> Inequality in opportunities, especially in education and healthcare, perpetuates poverty and hinders peace and social stability.[13]

> مواقع کی ناہمواری، خصوصاً تعلیم و صحت میں، غربت کو بڑھاتی ہے اور امن و سماجی استحکام میں رکاوٹ بنتی ہے۔

معاشرتی عدم مساوات صرف انفرادی محرومی نہیں بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کو متاثر کرتی ہے۔ مساوی مواقع کے بغیر نہ امن قائم رہ سکتا ہے نہ ترقی۔ معاشرتی عدم مساوات امن و استحکام کے بڑے موانع میں سے ایک ہے۔ اس کا تدارک شفاف مواقع، مساوی وسائل کی تقسیم، اور کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرامز کے ذریعے ممکن ہے۔ یہ تصور نہ صرف جدید ماہرینِ معیشت پیش کرتے ہیں بلکہ قرآنِ مجید کی تعلیمات بھی اسی پر زور دیتی ہیں مقامی سطح پر شفاف اور مساوی مواقع فراہم کیے جائیں۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرامز کے

ذریعے تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع سب کے لیے کھولے جائیں۔خواتین، نوجوانوں اور پسماندہ طبقات کو خاص طور پر ترقیاتی منصوبوں میں شامل کیا جائے۔ قانون سازی کے ذریعے طبقاتی ناانصافیوں کی روک تھام کی جائے۔

سیاسی اور انتظامی موانع

معاشرتی استحکام کا مقصد سیاست اور انتظامیہ کے تعاون اور کردار کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔سیاسی اور انتظامی موانع بھی اس مقصد کے حصول میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔ذیل میں چند سیاسی وانتظامی موانع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مقامی سیاست اور طاقت کا کھیل

کسی بھی معاشرتی نظام میں امن کمیٹیوں اور مقامی اداروں کا کردار غیر جانبداری اور شفافیت پر مبنی ہونا چاہیے۔تاہم اکثر اوقات مقامی سیاست، ذاتی مفادات اور طاقت کے کھیل ان اداروں کی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں۔ سیاسی دباؤ اور گروہی وابستگیاں، کمیٹیوں کے فیصلوں کو جانبدار بنا دیتی ہیں، مقامی سطح پر انصاف اور شفافیت کو متاثر کرتی ہیں، عوام کے اعتماد کو کمزور کرتی ہیں۔ایسے حالات میں کمیونٹی کے اندر تقسیم اور کشیدگی بڑھتی ہے، جو براہِ راست امن واستحکام کے خلاف ہے۔ Robert Putnam اپنی مشہور کتاب Making Democracy Work: Civic Traditions in Modern Italy میں لکھتے ہیں:

> Political manipulation and patronage weaken the effectiveness of local institutions and undermine social trust, which are essential for peace and stability.[14]
>
> سیاسی جوڑ توڑ اور اقرباپروری مقامی اداروں کی مؤثریت کو کمزور کرتے ہیں اور سماجی اعتماد کو نقصان پہنچاتے ہیں، جو امن واستحکام کے لیے ناگزیر ہے۔

پٹنم کے مطابق جب سیاسی مفادات اداروں پر غالب آجاتے ہیں تو ان کی غیر جانبداری ختم ہو جاتی ہے۔اس سے عوام کا اعتماد بھی ٹوٹتا ہے اور امن قائم رہنے کے بجائے تنازعات میں اضافہ ہوتا ہے۔حضرت علیؓ کا قول ہے:

> إِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً، وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ.[15]
>
> عدل میں وسعت ہے، اور جس پر عدل تنگ ہو، اس پر ظلم اور بھی تنگ ہو جائے گا۔

اس قول میں حضرت علیؓ نے واضح کیا کہ عدل وانصاف ہی سماجی وسیاسی نظام کی بنیاد ہے۔جب ادارے عدل سے ہٹ کر سیاسی اثرورسوخ اور طاقت کے کھیل میں آجاتے ہیں تو معاشرہ تنگی اور بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔مقامی سیاست اور طاقت کے کھیل امن کمیٹیوں اور اداروں کی غیر جانبداری کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔اس کا تدارک صرف شفافیت، میرٹ، عوامی شمولیت، اور قانونی تحفظ کے ذریعے ممکن ہے۔جدید سیاسی سائنس (Robert Putnam) اور اسلامی حکمت (قولِ علی رضی اللہ عنہ) دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عدل وشفافیت کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا کمیٹیوں کے انتخاب اور تشکیل میں شفافیت اور میرٹ کو یقینی بنایا جائے۔کمیونٹی کے تمام طبقات (نوجوان، خواتین، اقلیتیں) کو کمیٹیوں میں نمائندگی دی جائے، سیاسی اثرورسوخ سے آزاد اور قانونی تحفظ یافتہ ڈھانچہ تشکیل دیا جائے، کمیٹیوں کی کارکردگی کو جانچنے کے لیے مقامی سطح پر احتسابی نظام بنایا جائے۔

عدالتی نظام میں تاخیر

معاشرتی امن واستحکام کے قیام میں عدالتی نظام ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔تاہم ہمارے خطے میں عدالتی نظام کی سب سے بڑی کمزوری مقدمات میں غیر ضروری تاخیر ہے۔برسوں تک زیر التواء مقدمات نہ صرف عوام میں مایوسی اور عدم اعتماد پیدا کرتے ہیں بلکہ

تنازعات کے شدت اختیار کرنے کا سبب بھی بنتے ہیں۔اس تاخیر کے اثرات میں سے فریقین انصاف ملنے کی بجائے ذاتی انتقام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔عدالتی نظام پر عوام کا اعتماد کمزور ہوتا ہے۔جرائم اور تنازعات کا پرامن حل مشکل ہو جاتا ہے۔متبادل تنازعہ حل (Alternative Dispute Resolution – ADR) کے نظام کو فعال کیا جائے تاکہ چھوٹے اور درمیانے نوعیت کے کیسز مقامی سطح پر حل ہوں۔مقامی ثالثی (Mediation) اور پنچایت/جرگہ نظام کو قانونی تحفظ دیا جائے، تاکہ عوام عدالتوں پر بوجھ ڈالنے کے بجائے کمیونٹی سطح پر مسائل حل کریں۔عدالتوں میں مقدمات کے بروقت فیصلے کے لیے ٹیکنالوجی، خصوصی عدالتیں، اور قانونی اصلاحات متعارف کروائی جائیں۔Marc Galanter اپنی کتاب Justice in Many Rooms: Courts, Private Ordering, and Indigenous Law میں لکھتے ہیں:

> Delay in courts not only denies justice but breeds frustration, conflict, and a tendency towards extra-legal measures. Alternative dispute resolution provides a faster and more acceptable path to peace.[16]

> عدالتوں میں تاخیر نہ صرف انصاف سے محرومی ہے بلکہ یہ مایوسی، تنازعہ، اور غیر قانونی اقدامات کی طرف رجحان پیدا کرتی ہے۔متبادل تنازعہ حل ایک تیز تر اور قابل قبول راستہ فراہم کرتا ہے۔

مارک گیلنٹر کے مطابق عدالتی تاخیر دراصل انصاف سے محرومی کے مترادف ہے۔جب بروقت فیصلہ نہ ہو تو لوگ اپنی مدد آپ کے تحت مسائل حل کرنے لگتے ہیں، جو تشدد اور بدامنی کو جنم دیتا ہے۔عدالتی نظام میں تاخیر معاشرتی امن کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔اس کا حل یہ ہے کہ ADR، ثالثی، اور فوری انصاف کو فروغ دیا جائے۔جدید قانونی ماہرین (Galanter) اور قرآن وسنت دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بروقت عدل ہی پائیدار امن کا ذریعہ ہے۔

جدید ٹیکنالوجی سے متعلق موانع

دورِ حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی ترقی نے جہاں انسانیت کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کی ہیں وہیں ان کے متعدد مضر اثرات سے فرد اور معاشرہ محفوظ نہیں۔ٹیکنالوجی اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں تاہم اس کا منفی استعمال اس کی افادیت کو مضرت میں بدل دیتا ہے۔یہ امر معاشرہ پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔ذیل میں چند ایسے موانع ذکر کیے جاتے ہیں جن کا تعلق ٹیکنالوجی سے ہے۔

غیر مصدقہ اخبار اور نفرت انگیز مواد

ڈیجیٹل دور میں سوشل میڈیا ایک طرف معلومات کی تیز تر ترسیل کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف غلط اطلاعات اور نفرت انگیز مواد کے پھیلاؤ نے معاشرتی ہم آہنگی کے لیے سنگین خطرات پیدا کر دیے ہیں۔جھوٹی خبریں عوام میں خوف، بے اعتمادی اور افراتفری پیدا کرتی ہیں۔نفرت انگیز مواد (مذہبی، فرقہ وارانہ یا نسلی) سے تشدد اور انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے۔فیک نیوز بعض اوقات ریاستی اداروں کے بارے میں بھی غلط تاثر پیدا کر کے ریاست اور عوام کے تعلقات کو کمزور کرتی ہے۔سوشل میڈیا مانیٹرنگ کے نظام کو مضبوط بنایا جائے تاکہ جھوٹی خبروں اور نفرت انگیز مواد کی بروقت نشاندہی اور روک تھام کی جا سکے۔ڈیجیٹل لٹریسی پروگرامز کے ذریعے عوام کو یہ شعور دیا جائے کہ ہر خبر کو شیئر کرنے سے پہلے اس کی تصدیق لازمی کریں۔عوامی آگاہی مہمات چلائی جائیں تاکہ لوگ نفرت انگیز مواد کو رد کرنے کی تربیت حاصل کریں۔Claire Wardle اور Hossein Derakhshan اپنی تحقیقی رپورٹ Information Disorder: Toward an Interdisciplinary Framework for Research and Policy Making میں لکھتے ہیں:

> Fake news and hate speech online erode trust, deepen polarization, and destabilize societies. Media literacy and strong monitoring mechanisms are

essential to counter this threat.[17]

آن لائن فیک نیوز اور نفرت انگیز مواد اعتماد کو کمزور کرتا ہے، تقسیم کو بڑھاتا ہے، اور معاشروں کو غیر مستحکم کرتا ہے۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے میڈیا لٹریسی اور مضبوط مانیٹرنگ کے نظام ناگزیر ہیں۔

جدید معاشرے میں فیک نیوز صرف معلوماتی مسئلہ نہیں بلکہ معاشرتی سلامتی اور امن کا مسئلہ ہے۔ اس کا حل صرف حکومتی نگرانی نہیں بلکہ عوامی شعور اور ڈیجیٹل تعلیم بھی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ.[18]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔

یہ آیت فیک نیوز اور غلط اطلاعات کے تدارک کا قرآنی اصول فراہم کرتی ہے۔ یعنی ہر خبر پر فوراً یقین اور عمل کرنے کے بجائے تحقیق لازمی ہے۔ اس سے معاشرتی تنازعات اور فساد سے بچاؤ ممکن ہے۔ فیک نیوز اور نفرت انگیز مواد جدید معاشرتی امن کے سب سے بڑے رکاوٹوں میں سے ہیں۔ ان کے تدارک کے لیے قرآن و سنت تحقیق کی تعلیم دیتے ہیں، اور جدید ماہرین میڈیا لٹریسی اور مانیٹرنگ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ریاستی اقدامات اور عوامی شعور مل کر ایک متوازن حکمت عملی فراہم کرتے ہیں۔

ڈیجیٹل جرائم

جدید دور میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا جہاں سہولتیں فراہم کرتے ہیں، وہیں ڈیجیٹل جرائم نے معاشرتی امن اور استحکام کے لیے نئے خطرات پیدا کیے ہیں۔ ان جرائم میں سے بعض درج ذیل ہیں:

- سیاسی یا ذاتی بنیاد پر لوگوں کو ورچوئل دھمکیاں دینا، جس سے خوف اور عدم تحفظ کا احساس بڑھتا ہے۔
- ہیکنگ یعنی ذاتی یا ادارہ جاتی معلومات کی چوری جس سے نہ صرف افراد بلکہ ریاستی اداروں کا ڈیٹا بھی خطرے میں پڑتا ہے۔
- بچوں کے خلاف مواد ایسا غیر اخلاقی مواد جو معصوم بچوں کو نقصان پہنچاتا اور معاشرتی اقدار کو مجروح کرتا ہے۔

یہ تمام پہلو نہ صرف قانونی چیلنج ہیں بلکہ اخلاقی اور سماجی خطرات بھی ہیں، کیونکہ یہ جرائم افراد کے اعتماد، خاندانوں کے تحفظ اور ریاستی نظام کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔ Mark M. Pollitt اپنی کتاب Cybercrime: Understanding and Preventing Digital Delinquency میں لکھتے ہیں:

Cybercrime is not just a technological challenge, but a profound social threat. It undermines trust, exploits the vulnerable, and destabilizes communities. Effective prevention requires law enforcement, community participation, and education.[19]

سائبر کرائم محض تکنیکی مسئلہ نہیں بلکہ ایک گہرا سماجی خطرہ ہے۔ یہ اعتماد کو نقصان پہنچاتا ہے، کمزور طبقات کا استحصال کرتا اور کمیونٹیز کو غیر مستحکم کرتا ہے۔ اس کی روک تھام کے لیے قانون نافذ کرنے والے ادارے، عوامی شمولیت اور تعلیم تینوں ضروری ہیں۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ڈیجیٹل جرائم کا تعلق صرف انٹرنیٹ کے استعمال سے نہیں بلکہ سماجی ڈھانچے اور اعتماد سے ہے۔ ان کی روک تھام کے لیے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے درج ذیل اقدامات اہم ہیں:

- آن لائن نگرانی: جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے مشکوک سرگرمیوں کی بروقت نشاندہی۔
- کمیونٹی بیسڈ رپورٹنگ: عوام کو یہ تربیت دینا کہ وہ آن لائن جرائم کی فوری رپورٹ کریں۔
- قانونی کارروائی کا نظام مضبوط کرنا: سائبر کرائم کے قوانین پر سختی سے عمل درآمد اور عالمی سطح پر قانون نافذ کرنے والے اداروں سے تعاون۔
- ڈیجیٹل لٹریسی: عوام کو آن لائن دنیا کے خطرات سے آگاہ کرنا تاکہ وہ خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

ڈیجیٹل جرائم آج کے دور میں معاشرتی امن اور استحکام کے لیے براہِ راست رکاوٹ ہیں۔ ان کا حل صرف ٹیکنالوجی نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات (تحقیق و صداقت)، نبوی ہدایات (جھوٹ سے اجتناب)، اور جدید سوشل سائنسز کے امتزاج میں ہے۔ یہی مربوط حکمتِ عملی معاشرے کو محفوظ بنا سکتی ہے۔

حاصلِ بحث

معاشرتی امن واستحکام کے قیام میں مختلف سماجی، اقتصادی، سیاسی، قانونی، ثقافتی اور جدید ٹیکنالوجی سے متعلق رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ ان موانع کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ریاستی ادارے اور مقامی افراد ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر کام کریں تاکہ امن و انصاف کے نظام کو مضبوط بنایا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے امن کمیٹیوں، مقامی عدالتوں اور شوریٰ کے فعال کردار کو یقینی بنانا ناگزیر ہے تاکہ مقامی سطح پر تنازعات کے فوری اور منصفانہ حل کو ممکن بنایا جا سکے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت اور شعور کی بیداری کے ذریعے معاشرے میں برداشت و رواداری اور مثبت رویوں کو فروغ دینا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل کی مساوی تقسیم اور سب کے لیے یکساں مواقع فراہم کرنا بھی معاشرتی بے چینی اور ناانصافی کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ جدید ٹیکنالوجی کے مثبت اور ذمہ دارانہ استعمال کے لیے نگرانی اور عوامی آگاہی نہایت ضروری ہے، تاکہ غلط معلومات اور منفی رجحانات کو کم کیا جا سکے۔ ان تمام اقدامات کے امتزاج سے ایک ایسا پرامن، مضبوط اور پائیدار معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جو استحکام اور خوشحالی کی ضمانت فراہم کرے۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ ال عمران 103:3۔

2 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، 1419ھ)، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ، رقم الحدیث: 481۔

3 ابن تیمیہ، عبدالسلام بن عبداللہ، **مجموع الفتاویٰ**، (لبنان: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1490ھ/1980ء)، 3/421۔

4 Esposito, J. L., **Religion and Globalization,** (New York: Oxford University Press, 2015), p. 67.

5 القرضاوی، الدکتور یوسف، **الحوار بین الادیان**، (قاہرۃ: دارالشروق، 2007ء)، ص45۔

6 Van Den Berghe, P. L., **Race and Racis,** (New York: Wiley, 1967), p. 15.

7 سورۃ الحجرات 13:49۔

8 ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، (بیروت: دارالفکر، 1419ھ)، 4/227۔

9 Moore, C. W., **The Mediation Process**, (San Francisco: Jossey-Bass, 2003), p. 21.

10 سورۃ الحجرات 9:49۔

11 الطبری، محمد بن جریر بن یزید، **تفسیر الطبری**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000ء)، 26/90۔

12 Lederach, J. P., **Building Peace: Sustainable Reconciliation in Divided Societies**, (Washington D.C.: United States Institute of Peace Press, 1997), p. 28.

13 Sen, A., **Development as Freedom,** (New York: Alfred A. Knopf, 1999), p. 114.

14 Putnam, R. D., **Making Democracy Work: Civic Traditions in Modern Italy**, (Princeton: Princeton University Press, 1993), p. 182.

15 شریف رضی، محمد بن حسین، **نہج البلاغة**،(بیروت: دارالکتب العلمیة،2009ء)، حکمت:437۔

16 Galanter, M., **Justice in Many Rooms: Courts, Private Ordering, and Indigenous Law**, (Madison: University of Wisconsin Press, 1981), p. 25.

17 Council of Europe, **Family Law and Human Rights in Europe**, (Strasbourg: Council of Europe Publishing, 2017), p. 17.

18 سورۃ الحجرات 6:49۔

19 Mark M. Pollitt, **Cybercrime: Understanding and Preventing Digital Delinquency**, (USA: University of Central Florida Press, 2005), p. 25.